1244

1244

۷۸۶

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ

الٰہیاتِ اسلام

اکابر کی کتابوں سے بعض اجزا لیکر طریقت
کی روشنی میں ان کو مرتب کر دیا گیا ہے الٰہیات
اسلام کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اسلامی عقائد
اور فلسفہ میں ٹکراؤ نہیں ہے

مُرَتّبہ

(مولانا) سیّد ارشد حسن (صاحب)

مالک

[ادارہ] نشر القرآن دیوبند سہارنپور (یوپی)

1244

قیمت ۱/۴۰ نئے پیسے

کتابت محمد اختر دیوبند

wasiqasmi4@gmail.com

Scanned by CamScanner

عرض نیاز

مرتّب کتاب ھٰذا نے اس کی ترتیب
میں صلاحیت علمی وحق آگاہی کا
ثبوت دیا ہے۔
یہ کتاب طالبین فلسفہ کیلئے گنجینۂ
علوم اور طالبین طریقت کے لئے
خزانۂ معلومات ہے۔

خادم العلماء
نیاز احمد
سیتاپوری

OPPO A54 · @wasiqasmi4@gmail.com
wasiqasmi4@gmail.com
Scanned by CamScanner

OPPO A54 • ©wasiqasmi74@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہیاتِ اسلام

خالق اور مخلوقات میں جو رشتے و روابط ہیں سچ تو یہ ہے کہ نہ کوئی ان کو شمار کرسکتا ہے نہ گن سکتا ہے اپنی مخلوقات میں وہ نت نئے تصرفات کرتا رہتا ہے۔ تاہم ان روابط اور نسبتوں کو (جو خالق اور اس کی مخلوقات میں پائی جاتی ہیں مندرجہ ذیل چار مدوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) ابداع۔ (۲) خلق۔ (۳) تدبیر۔ (۴) تدلی

ابداع

(قیومیت)

اللہ تعالیٰ ساری موجودات کا قیوم ہے۔ دنیا میں ہر پیدا ہونے والی شے ایک ترکیبی جوڑے کی حیثیت رکھتی ہے یعنی اس میں ایک چیز تو وہ پائی جاتی

Scanned by CamScanner

ہے جو اپنے وجود میں مستقل ہوتی ہے لیکن باوجود مستقل ہونے کے شئے میں مستور و پوشیدہ ہوتی ہے یہی شئے کا قیوم ہے۔ اور دوسرا جزو اس میں وہ ہے جو موجود تو ہوتا ہے اس ہی قیوم کے ساتھ اور قیوم کی بدولت لیکن اس ہی کا وجود ہر شئے میں ظاہر ہوتا ہے یہی ظل ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ظلالی شکلوں کے نظارے ہیں لوگ محو و محبوس ہیں وہ کائنات کے ان ہی ظلی پھولوں کی خوشبو میں مست ہو کر رہ گئے ہیں نور قیوم کی طرف سے لاپروائی اختیار کئے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ عالم کی لاتعداد کثرتوں کا قیوم ایک ذات ہے۔ حالانکہ یہ بدیہی چیز ہے کہ دریا کی موجوں کا قیوم ایک دریا ہوتا ہے جتنی صورتیں آئینہ میں منعکس ہوتی ہیں ان سب کا قیوم ایک آئینہ ہوتا ہے اس ہی طرح ذہن انسانی بھی باوجود واحد ہونے کے بیشمار ذہنی صورتوں کا قیوم ہے لہذا یہ بات بھی سمجھ میں آجانا چاہیے کہ تمام موجودات کا ایک قیوم ..... ہو سکتا ہے۔

خلق

دوسری نسبت جو خالق اور مخلوق میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ تمام امکانی حقائق کو خالق ہی بناتا ہے اور ان کے ظلال کو وہ پیدا کرتا ہے نفس کلیہ (وجود منبسط) کو خالق اطلاق کے مرتبہ سے ہٹا کر کسی خاص مخلوق کے قالب میں اس کو تنزل عطا فرماتا ہے وجود منبسط کے مختلف حصوں میں مختلف ظلال کو

wasiqasmi4@gmail.com

Scanned by CamScanner

پیدا کرنا اور ظاہر کرنا اور ان کو باقی رکھنا اس کی تعبیر خلق کے لفظ سے کی جاتی ہے۔ اس ہی عنوان کے ضمن میں تنزلات کا بیان کیا جاتا ہے جو درج ذیل ہے۔

لاہوت کے تنزل کے مراتب پانچ ہیں لاہوت ان پانچ مراتب کے لئے عنوان ہے یعنی لاہوت ہی کے یہ مختلف تعبیری الفاظ ہیں اس لئے ان کو اسماء کہتے ہیں۔

ان مراتب میں سے ہر مرتبہ تحقیق اور یافت کا ایک خاص عالم ہے ہر ماتحت مرتبہ اور مافوق والے مرتبہ میں ویسا ہی فرق ہے جیسا فرق کہ خارجی اور ذہنی وجود میں پایا جاتا ہے۔

سارے اسماء اور سارے موجودات سے ذات کے مرتبہ کو وہی نسبت ہے جو عرض کو جوہر کی ذات سے ہوتی ہے۔

wasiqasmi4@gmail.com

Scanned by CamScanner

تنزلات کی مندرجہ ذیل ترتیب
میں پاکی و برتری کے لحاظ سے
تفاوت پایا جاتا ہے۔

مرتبہ ذات .... لاہوت
تنزل اول ...... وحدت
تنزل ثانی .... احدیت
تنزل ثالث .... واحدیت (باطن الوجود)
تنزل رابع ...... حب
تنزل خامس ..... ظاہر الوجود
(مادہ ظلال)

کائنات سے اقرب ہونے کے
اعتبار سے ترتیب یہ ہے۔

کائنات
لاہوت
وحدت
احدیت
واحدیت
حب
ظاہر الوجود

ارباب سلوک و صاحبان معرفت
جب ان مراتب کی سیر کرتے
ہیں تو لاہوت کو سب سے زیادہ
اقرب پاتے ہیں اور دفعۃً وحدت
کی یافت ان کو ہوجاتی ہے
کثرت کا شعور بعد میں ہوتا ہے

وحدت

مرتبہ ذات کے بعد اسماء کے مراتب شروع ہوتے ہیں جس میں

wasiqasmi4@gmail.com
OPPO A54 · @wasiqasmi4@gmail.com
Scanned by CamScanner

پہلا مرتبہ وحدت کا ہے جس کی تعبیر تقررا در علم حضوری سے بھی کرتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ رح نے الحی - القیوم - النور - تام الاول البین یعہ کے الفاظ سے اسماء کے اس ہی مرتبہ کی طرف اشارہ کیا ہے سارے مراتب کے ظہور و بقاء کا مسئلہ اس ہی مرتبہ سے وابستہ ہے"

لاہوت کو جو اپنی ذات کا علم ہے یہی علم بنیاد ہے ان تمام چیزوں کی پیدائش کی جو پیدا ہو چکیں یا ہو رہی ہیں یا آئندہ پیدا ہوں گی -

لاہوت میں اور وحدت کے مرتبہ میں کوئی خاص امتیازی فرق نہیں ہے -

احدیت

حضرت امام ربانی رح اس کی تعبیر شیون کے لفظ سے کرتے ہیں - اور حضرت شاہ ولی اللہ رح المجید، العظیم - العلی - الکبیر الجلیل کے الفاظ سے اس کی تعبیر کرتے ہیں اس مرتبہ تک کثرت وحدت میں گم ہوتی ہے - باطن الوجود .... میں کثرت ہی ظاہر ہوتی ہے اور .... وحدت مستور ہوتی ہے

واحدیت (باطن الوجود)

وہ مقامات جہاں کثرت ظاہر ہوتی ہے اور وحدت پوشیدہ ہوتی ہے ان مقامات میں سب سے اونچا مقام باطن الوجود ہے فلاسفہ اسی کو

wasiqasmi4@gmail.com
OPPO A54 · @wasiqasmi4@gmail.com
Scanned by CamScanner

عقل کہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے البر۔ القادر۔ المتبارک کے الفاظ سے اس ہی مرتبہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

کثرت کا منبع و سرچشمہ ہونے کی ابتدا اس ہی مرتبہ سے ہوتی ہے۔ اللہ نے اپنی ذات کی طرف توجہ کی پھر تفصیلی توجہ کی اس ہی تفصیلی توجہ کو باطن الوجود کہتے ہیں، عالم عقلی کہتے ہیں وا حدیت بھی کہتے ہیں۔

عالم عقلی کی تعبیر کے لئے قدماء کی پانچ اصطلاحیں ہیں۔ واحدیت، تنزل علمی، باطن الوجود، اعیان ثابتہ، کنز مخفی۔

حضرت مجدد الف ثانی رح نے اس مقام کی تعبیر ان ناموں سے کی ہے

اسماء کونیہ۔ حقائق امکانیہ۔ اصول ظلال

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس مقام کی تعبیر ان ناموں سے کی ہے

الواسع۔ ذوالطول۔ المتبارک

سقراط نے اس مقام کے لئے صقع[1] ربوبیت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ سقراط نے لکھا ہے کہ "ممکنات کی صورتیں نہ تو بذات خود قائم ہیں اور نہ حق تعالے کی ذات میں ان کا قیام ہے بلکہ صقع ربوبیت میں وہ قائم ہیں"۔ سقراط کے اس کلام کا کیا مطلب ہے لوگ اس کے حل میں متحیر ہیں۔ حقیقت میں اس کا وہی مطلب ہے جو صوفیاء فرماتے ہیں۔

---

[1] یہ ظاہر ممکنات کا وہ مقام ہے جب ذات حق میں وہ محو تھے

Scanned by CamScanner

افلاطون نے جو یہ کہا ہے کہ کلی مجرد خارج میں موجود ہیں۔ اس قول میں اس ہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ موجود کا لفظ افلاطون کے جملہ میں استعمال ہوا ہے افلاطون کے نزدیک وجود کے لفظ کے وہی معنی ہیں جو وجود اور ثبوت دونوں کو حاوی ہیں۔ اور خارج کا لفظ جو استعمال ہوا ہے اس سے مراد نفس الامر اور واقعہ ہے یعنی خود لاہوت مراد ہے۔ کیونکہ نفس الامر تو وہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ کلیات مجردہ لاہوت کی ذات میں ثابت ہیں۔

ملا محب اللہ بہاری نے افلاطون کے اس جملہ پر اعتراض اور بعض طعن کیا ہے۔ محققین کا خیال ہے ملا صاحب افلاطون کے جملہ کا صحیح مطلب نہیں سمجھے۔ افلاطون کی غرض اصلی یہ ہے کہ امکانی حقائق کے متعلق وہ درحقیقت ثبوت کا مرتبہ ثابت کرنا چاہتے ہیں جو وجود سے پہلے ان کو ثابت ہے۔ تمام فلاسفہ اس مرتبہ کو امکانی حقائق کے لئے ثابت کرتے ہیں اس ہی مرتبہ کو اجمال کی منزل کے لحاظ سے عنایت اولی اور تفصیل کے لحاظ سے اس کو عقل کہتے ہیں۔

ایک بات یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ ایسی چیز جو کسی موضوع میں ہو کر پائی جائے اس کو عرض کہتے ہیں اور جو اپنے پائے جانے میں موضوع کا محتاج نہ ہو اس کو جوہر کہتے ہیں عرض و جوہر کے جو یہ معنی ہیں اس لحاظ سے باطن الوجود کا مرتبہ نہ جوہر ہونے کی صفت سے موصوف ہو سکتا ہے اور نہ عرض ہونے کی صفت سے موصوف ہو سکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

اسماء کونیہ (باطن الوجود) مرتبہ ذات میں جوہر و عرض ہونے کے صفات سے پاک ہوتے ہیں لیکن ظلال کے درجہ میں جب وہ ہی آتے ہیں یعنی وجود خارج کا قالب اختیار کر لیتے ہیں تو جوہریت و عرضیت کی صفات میں سے کسی ایک صفت سے اس کا موصوف ہونا ضروری ہوتا ہے۔

ذہنی حقائق کی حیثیت امام کی ہوتی ہے۔ ظل جس حد تک امام کا تابع ہوتا ہے کامل کہلاتا ہے اور جس حد تک تابع نہیں ہوتا ناقص قرار پاتا ہے اب ظاہر ہے کہ عالم عقلی خود امام ہونے کے مقام پر ہے (ظلال کے کمال و نقص کا مدار انھیں کی مطابقت و عدم مطابقت پر مبنی ہوتا ہے)

باطن الوجود (عالم عقلی) اللہ تعالیٰ کا ذاتی کمال ہے اپنے چہرہ کا وہ جمال جس کی تعبیر باطن الوجود سے کی گئی ہے اس ہی کا وہ عاشق ہے۔ اللہ نے اپنے جمال کے تماشے کے لئے ظاہر الوجود کا آئینہ بنایا تاکہ اس میں اپنے چہرہ کے جمال کا معائنہ فرمائے۔ تخلیق کائنات کی اصلی غرض اس ہی کمال ذاتی کا اظہار ہے اس کی مثال یہ ہو سکتی ہے کہ موسیقی کے فن کا ایک ماہر جو اپنے دل میں ایسے راگوں اور گتوں کو جو باہم متناسب تھے مرتب کرتا ہے اور اس کے بعد ساز کو اٹھا کر گانا بجانا شروع کرتا ہے یعنی کبھی اس ساز پر تیز زخمہ لگاتا ہے اور کبھی ہلکی چوٹ دیتا ہے اس ہی طرح کبھی آواز کو بلند کرتا ہے کبھی پست کرتا ہے بہرحال وہ جو کچھ بھی کرتا ہے وہ اُس کے ارادہ سے وابستہ ہے جہاں آواز کو بلند کرنا چاہیئے وہاں آواز کو پست کر دینا بھی اُس کے اختیار سے باہر نہیں ہے لیکن دل میں

پہلے سے جو مسودہ اور منصوبہ[1] اپنے راگوں اور گتوں کے متعلق وہ بنا چکا ہوتا ہے یہی چیز ان امور کو ترجیح دینے پر اس کو آمادہ کرتی ہے جن کو بجانے اور گانے کے وقت وہ اختیار کرتا ہے اور ساز بجانے کا مقصد اپنے کمالات کا اظہار ہوتا ہے۔

ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ظاہر الوجود اور باطن الوجود میں جو نسبت پائی جاتی ہے اسی ہی قسم کی نسبت ہے جو کسی قاعدہ کلیہ اور اس قاعدہ کلیہ کی جزئی مثال میں ہوتی ہے جس کو علما ان لوگوں کی تفہیم کے لئے پیش کرتے ہیں جن کی رسائی قاعدہ کلیہ تک نہیں ہے۔ باطن الوجود کے اس مقام کا پتہ فلسفہ کے سربراہ بزرگوں کو بھی مل چکا تھا قدما فلاسفہ جو پہلے گذرے ہیں وہ باطن الوجود کے اس مرتبہ سے واقف تھے لیکن اس مقام کی تعبیر میں انھوں نے مجاز اور استعارے سے کام لیا اور حقائق و واقعات کی تعبیر میں قدما فلاسفہ کا یہ دستور ہے کہ کنایات اور اشارات کے استعمال میں وہ فیاضی سے کام لیتے ہیں۔ مقاصد تک پہونچنے کے بعد وسائل سے چشم پوشی بھی اگر اختیار کی جائے اور اصل مطلب کو پالینے کے بعد لفظی کرتبوں سے اعراض بھی کیا جائے تو یہ کوئی عیب کی بات بھی نہیں ہے۔

بخلاف اس کے متاخرین کا عام قاعدہ ہے کہ لفظی گورکھ دھندوں میں الجھ جاتے ہیں اور ہمیشہ حقائق اور واقعات پر روشنی ڈالنے کے لئے

---

[1] تفصیلی منصوبہ کو فلاسفہ عقل کہتے ہیں۔

وہ اصطلاحات ہی سے مدد لیتے ہیں لفظی زق زق بک بک کے میدانوں میں کودتے پھاندتے رہتے ہیں متاخرین کا یہ طریقہ قابل ستائش نہیں ہے متاخرین نے قدیم فلاسفہ کی طرف یہ منسوب کر دیا کہ قدیم فلاسفہ کا گروہ قائل تھا کہ (موجودہ کائنات کی تخلیق میں واسطہ کا کام عقول نے انجام دیا جو غیر مادی حقائق ہیں اور خدا کی ذات سے الگ اپنا علیحدہ مستقل وجود رکھتے ہیں اور کائنات کی تخلیق میں مستقل تاثر کے یہ مالک ہیں ابداع[۵۱] و خلق[۵۲] اسی کا کام ہے)

قدیم فلاسفہ کی طرف عقول کے اس نظریہ کو جو منسوب کیا گیا ہے اس کا جو واقعی مطلب ہے اس کو اگر جاننا ہے تو ارسطاطالیس کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے ۔ اثولوجیا جس کے متعلق بعضوں کی رائے ہے کہ یہ ارسطاطالیس کی تصنیف ہے بعضوں کی رائے ہے کسی اور کی تصنیف ہے بہرحال اس کتاب میں ہے :-

"افلاطون نے حق تعالےٰ کی تعریف کرتے ہوئے یہ اچھی بات لکھی ہے کہ عقول اور نفوس و اجسام کے پیدا کرنے والے خود خداوند تعالیٰ ہی ہیں۔"

اس ہی کتاب میں یہ بھی ہے :-

"خالق تعالیٰ میں اور مخلوق میں جو تعلق ہے اس کو یوں سمجھو کہ کاریگر نے جس نقش کو اپنے ذہن میں تیار کیا اس کی حیثیت گویا عقل کی

---

۵۱ عدم سے پردہ وجود میں لانا ۱۲ ۵۲ چیز سے چیز پیدا کرنا ۱۲

ہے پھر کاریگر نے وہی نقش انگوٹھی میں کھود دیا اس کی حیثیت
نفس کی ہے پھر کاریگر نے اُس مہر کو موم یا تر مٹی پر لگایا جس
سے وہ نقش اس میں بن گیا جو نقش موم یا تر مٹی پر چھپا اس
کی حیثیت گویا کائنات کی نوعی صورتوں کی ہے اور خود موم
یا تر مٹی کی حیثیت گویا کائنات کے مادے کی ہے۔"

فلاسفۂ متقدمین کے کلام کی نوعیت بالکل اشاروں کی ہے اس لئے
ان کے صحیح مقصد تک پہونچنے کے لئے فکر صائب کی ضرورت ہے۔

صدر الدین شیرازی جو اپنے علم و تحقیق کے لحاظ سے اگلوں کا ہم دوش
ہے اس نے اپنی کتاب اسفار اربعہ میں اس مسئلہ کو بہت مفصل بیان کیا ہے
بہر حال علماء مشائیہ ہر فلک کے لئے ایک عقل ثابت کرتے ہیں۔

اشراقیہ تفصیل میں گئے اور کائنات کے ہر نوعی وجود کے لئے الگ الگ
عقل کو انھوں نے ثابت کیا ہے ان عقول کا نام انھوں نے ارباب الانواع
رکھا ہے اور ہر نوع کی متعلقہ عقل کو رب النوع کہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی اجمال میں اُلجھ کر رہ گئے بات یہ ہے کہ ہر ہر شخص
کے ساتھ بھی عقل کا تعلق ہے ارباب معرفت کی یافت یہی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"ہر وہ شخص جو موجود ہے اس کا ایک الگ مربی اسماء کے سلسلہ
میں پایا جاتا ہے۔"

ارباب تحقیق کی یافت یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو پیدا ہوئی ہے عالم عقلی سے

wasiqasmi4@gmail.com
@wasiqasmi4@gmail.com
Scanned by CamScanner

اس کے مختلف تعلقات اور روابط ہوتے ہیں مثلاً زید پیدا ہوا تو ظاہر ہے کہ پیدا ہونے کے بعد عالم کے اس بڑے نظام میں جیسے سب شریک ہیں یہ بھی شریک ہے اور اجمالی طور پر جیسے سب کی تربیت و پرورش جس اجمالی قانون کے تحت ہو رہی ہے زید کی بھی ہوتی ہے پس یہ پہلا تعلق ہے جو زید عالم عقلی سے رکھتا ہے پھر ہر وہ چیز جو یہاں پیدا ہوئی ہے چونکہ کسی نہ کسی نوع کے تحت مندرج ہونا اس کا ضروری ہے بکر و عمر و نوع انسانی کے افراد ہیں زید بھی اس ہی نوع کا ایک فرد ہے نوع انسانی کی تربیت و پرداخت کا جس قانون سے تعلق ہے اس ہی قانون سے زید بھی مستفید ہوتا ہے۔ یہ دوسرا ربط ہے جو عالم عقلی سے زید رکھتا ہے۔ پھر زید ایک شخصی وجود کا مالک ہے اپنے خاص شخصی وجود کے لحاظ سے ترتیب کے جس قانون سے وہ مستفید ہوتا ہے یہ تیسرا تعلق ہے جو عالم عقلی سے زید رکھتا ہے۔

تجلی کی بحث آگے آئے گی یہاں مختصر سی چند باتیں ضمناً لکھی جاتی ہیں ظہوری امتیاز کی حیثیت سے اس میں شک نہیں کہ تجلی اور چیز ہے اور متجلی اور ہے لیکن متجلی چونکہ تجلی کو اپنی ذات کا عنوان بنا لیتا ہے اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ دونوں میں غیریت کا جو یہ تعلق ہے وہ دب کر اور پوشیدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

متاخرین (نام نہاد فلاسفہ) نے عقول کے ثبوت میں ایسے مغالطہ آمیز دلائل اور سفسطہ سے کام لیا ہے اور ایسی مہمل باتیں کہی ہیں جو کسی ذی عقل کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔

wasiqashi14@gmail.com

Scanned by CamScanner

عقول کے سلسلہ میں محققین نے مختلف توجیہیں کی ہیں اور ایک تاویل ور توجیہ تو اس نظریہ کی وہی ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے یعنی عقل سے مراد اسمارِ کونیہ ہیں۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ اسمارِ کونیہ مراد نہیں بلکہ اسمارِ الٰہیہ مراد ہیں گویا لاہوت کے تنزلات کی تعبیر ان لوگوں کے نزدیک عقول مجردہ کے لفظ سے کی گئی ہے۔

لیکن تمام توجیہوں اور تاویلوں میں سب سے زیادہ واضح توجیہ اس نظریہ کی یہ ہے کہ عقول کے لفظ سے مراد تجلیات ہیں یعنی اپنی تجلی اعظم کے لحاظ سے تو واجب تعالےٰ کی ذات لاہوت ہے اور اس ہی لاہوت کی عرش اعظم پر جو تجلّی ہو رہی ہے اس ہی کو عقل اوّل کہتے ہیں۔ اس ہی طرح آٹھویں فلک پر لاہوت کی جو تجلّی قائم ہے اس ہی کو عقل ثانی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ساتویں فلک پر جو تجلّی قائم ہے اس کو عقل ثالث کہتے ہیں چھٹے فلک پر جو تجلّی قائم ہے اس کو عقل رابع کہتے ہیں۔ پانچویں فلک پر جو تجلّی قائم ہے اس کو عقل خامس کہتے ہیں۔ چوتھے فلک پر جو تجلّی قائم ہے اس کو عقل سادس کہتے ہیں۔ تیسرے فلک پر جو تجلی قائم ہے اس کو عقل سابع کہتے ہیں۔ دوسرے فلک پر جو تجلی قائم ہے اس کو عقل ثامن کہتے ہیں پہلے فلک پر جو تجلی قائم ہے اس کو عقل تاسع کہتے ہیں۔

اس تجلی میں کامل انبساط اور پھیلاؤ کا رنگ جو پیدا ہوا اس ہی کو فلاسفہ

wasiqasmi4@gmail.com
OPPO A54 · @wasiqasmi4@gmail.com
Scanned by CamScanner

عقلِ فعال کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس ہی طرح انواع کی مثالی صورتوں میں لاہوت کی جو تجلیاں ہوتی ہیں ان ہی کو اربابِ انواع کہتے ہیں اور انسان مثالی پر لاہوت کی جو تجلی قائم ہے اس ہی کو روح القدس بھی کہتے ہیں اور اشراقی حکماء اس ہی کو نوع انسانی کا رب خیال کرتے ہیں۔

متکلمین عالم عقلی کو صفات باری کہتے ہیں اور صوفیاء اس کو عالم عقلی کہتے ہیں۔

باطن الوجود (عالم عقلی) کا انکشاف جب صوفیاء کو ہوتا ہے اس ہی کو وہ "سیر فی اللہ" کہتے ہیں

باطن الوجود کا بیان ختم ہو گیا تجلیات کا یہاں ضمناً ذکر آ گیا اب حب کا بیان شروع ہوتا ہے۔

حب

باطن الوجود کا مقام اپنے کمالات کی وجہ سے اور اپنے تقدس و برتری و پاکی کی وجہ سے بھی ظاہر الوجود سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا لہذا ان دونوں کے درمیان واسطہ کی ضرورت پیش آئی واسطہ کا کام محبت نے انجام دیا عاشق و معشوق کے درمیان واسطہ کا کام محبت ہی انجام دیتی ہے۔

اللہ خود اپنے آپ پر عاشق ہوا، اس کے چہرے کا وہ جمال جس کی

لے اشراقی حکماء کا خیال ہے کہ ہر نوع کا الگ الگ مربی ہے اس کو رب النوع کہتے ہیں

wasiqasmi4@gmail.com
Scanned by CamScanner

OPPO A54 · ©wasiqasmi4@gmail.com

تعبیر باطن الوجود سے کی گئی ہے اپنے اس ہی جمال کا وہ عاشق ہوا۔
شیخ الاشراق نے اپنی کتاب "ہیاکل النور" میں لکھا ہے ہر شخص خود اپنے آپ پر عاشق ہے اللہ تعالیٰ بھی خود اپنی ذات پر عاشق ہے۔ عارف جامی نے بہت خوب لکھا ہے:۔

گرچہ معشوق لباس عاشقی پوشید ۔۔۔ وانگہ از خود جلوہ خود را تماشہ کردہ

اپنے چہرے کے جمال کے تماشے کے لئے اس نے ظاہر الوجود کا آئینہ بنایا کہ اس میں اپنے چہرے کے جمال کا معائنہ فرمائے (حکمت دراصل خدا کے اس ہی کمال حقیقی ذاتی کی تعبیر ہے تخلیق کائنات کی حقیقی غرض وغایت اور آخری مقصود اس ہی کمال ذاتی کا اظہار ہے)
عاشق اور معشوق کے درمیان واسطہ کا کام محبت ہی انجام دیتی ہے یہاں وہی عاشق ہے وہی معشوق لیکن محبت نے واسطہ کا کام یہاں بھی انجام دیا۔ ظاہر الوجود آئینہ ہے جس میں وہ اپنا جمال دیکھتا ہے اس لئے تنزلات کی ترتیب میں باطن الوجود اور ظاہر الوجود کے بیچ میں حب ہے۔

ظاہر[۱] الوجود

یا

وجود منبسط (پھیلا ہوا وجود)

یہی ذات حق کا وہ حجاب ہے کہ اگر اس پردے کو اٹھا لیا جائے

۱؎ ظاہر الوجود آئینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنا جمال دیکھتا ہے دوسری بات (باقی برصفحہ ۱۸)

wasiqasmi4@gmail.com

Scanned by CamScanner

تو خدا کے چہرے کی چمک اور دمک اس ساری چیز کو جلا کر رکھدے۔
وجود منبسط امکانی حقائق کے ظلال کا قیوم ہے ظلال میں اور وجود منبسط میں جو نسبت پائی جاتی ہے اس کی تعبیر صرف قیومیت ہی کے لفظ سے کی جاسکتی ہے وجود منبسط میں نور ہے اور ظہور ہے وجود منبسط میں ایک انبساطی ہیئت اور پھیلاؤ کی سی ایک کیفیت پائی جاتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی قسم کا ظل ہو ہر ایک کے قیوم بننے کے وہ قابل بن گیا ہے کسی ظلال کے صادر ہونے سے اس کے اندر انکار نہیں پایا جاتا۔
اور یہ گفتگو چھیڑنا کہ ہیولیٰ کی وحدت کی نوعیت تو کلی طبعی کی وحدت جیسی ہوتی ہے اور قیوم کی وحدت کو ظاہر ہے کہ کلی طبعی کی وحدت سے کیا تعلق، اس لئے قیوم کو ہیولیٰ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس کے جواب میں صدر الدین شیرازی نے اپنی کتاب شرح ہدایۃ الحکماء میں اس مسئلہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ ہیولیٰ کی وحدت کلی طبعی جیسی نہیں ہے۔

تدبیر

تیسری نسبت خالق و مخلوق کے درمیان جو پائی جاتی ہے اس کا نام

(حاشیہ بقیہ صفحہ) یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ظاہر الوجود مادہ ظلال ہے اور ظلال صورت ہے ظاہر الوجود کو مادہ ظلال بطور تشبیہ کہا گیا ہے

OPPO A54 @wasiqasmi4@gmail.com
wasiqasmi4@gmail.com
Scanned by CamScanner

تدبیر ہے ہستی کی اس بساط کے حسن و رونق کی قیومیت اس ہی نسبت کا مآل ہے اس کے سلسلے میں خالق قیوم کی عنایت کا پہلا تعلق کائنات کے شخص اکبر سے ہوتا ہے یعنی مجموعی حیثیت سے عالم کا ایک شخصی وجود ہے وہی پیش نظر ہوتا ہے پھر تفصیلی طور پر اس ہی عنایت کا تعلق ہر ہر عالم سے ہوتا ہے مثلاً عالم ارواح، عالم مثال، عالم اجسام، پھر عالم اجسام کے مختلف طبقات بسائط و موالید سے ہوتا ہے پھر ہر ہر نوع ہر ہر صنف اور ہر ہر قوم ذہر ہر ملت ہر ہر شہر ہر ہر گھر اور خاندان بالآخر ہر ہر شخص سے اس کا تعلق قائم ہوتا ہے۔

تدلّی

چوتھی نسبت تدلی ہے تدلّی کے معنی جھکنے کے ہیں گویا حق تعالیٰ اپنے بلند مقام سے پستی میں رہنے والے بندوں کی طرف جھکتے ہیں ان کو تجلّیات کہتے ہیں۔ ذات حق تک رہنمائی و ہدایت کی راہ یہی نسبت ہوتی ہے۔

بہرحال ابداع، خلق، تدبیر، تدلی یہ چار قسم کے کمالات ہیں جس میں ترتیب پائی جاتی ہے اور اس میں ایک دوسرے پر مبنی ہے مثلاً خلق اور تدبیر کے کمال کی بنیاد پر جہاں دوسرے مخلوقات پیدا ہوئے وہیں، شیطان، دجال، ابلیس بھی پیدا ہوئے پھر تدلی

wasiqasmi4@gmail.com
OPPO A54 · @wasiqasmi4@gmail.com
Scanned by CamScanner

والے کمال نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا لیکن ظاہر ہے کہ پیغمبروں اور ہادیوں کی پیدائش کے بعد دنیا سے شیاطین یا بالسہ دجاجلہ کا خاتمہ نہیں ہو گیا البتہ گمراہ کرنے کے جو ذرائع وہ اختیار کرتے تھے ان ذرائع کا ازالہ چوتھے کمال کے مظاہر سے ہوا۔

اعلان

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مدرس مدرسہ دارالعلوم دیوبند کا فیصلہ ہے کہ:-

"خلاصۃ التفاسیر"

اردو زبان کی سب سے عمدہ تفسیر ہے۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ نشر القرآن دیوبند۔ یوپی

wasiqasmi4@gmail.com

تجلّی

عادتاً صرف ایک تجلّی کی گنجائش ہو

تجلی محیط

مثلاً بدن کو نفس (روح) کی اگر تجلی قرار دی جائے تو یہ تجلّی کی ایک ایسی شکل ہے کہ نفس ناطقہ اس خاص بدن کے علاوہ دوسرے ابدان پر تجلّی کرنے کا عادی نہیں۔

(نفس ناطقہ کی مزید تفصیل صفحہ ۲۳ پر ملاحظہ ہو)

ایک ہی وقت میں متعدد تجلیوں سے متجلّی جلوہ افروز ہو

لاہوت کے ساتھ مختص ہو

چونکہ لاہوت ایک ہی وقت میں متعدد تجلیوں سے جلوہ افروز ہوتا ہے اس لئے لاہوت کی طرف ایسے احکام کا انتساب جائز ہو گیا جو باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں یا ایسے آثار کا صدور لاہوت سے ہو رہا ہو جو باہم ایک دوسرے کے متقابل ہیں یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ ایک تجلی کی وجہ سے وہ متحرک ہو اور دوسری تجلی کی وجہ سے ساکن ہو لیکن بذات خود نہ ساکن ہو نہ متحرک مثلاً یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نچلے آسمان پر اترتے ہیں یہ بھی ثابت ہے کہ وہ عرش پر ہمیشہ مستوی رہتے ہیں لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پہلے آسمان پر اُترنے کے باوجود عرش ان سے کبھی خالی نہیں ہوتا۔

یا نہ

مثلاً عالم شہادت کا وہ جسم جو ان چند صورتوں میں تجلی کر رہا ہو جو مختلف آئینوں میں منعکس ہو رہی ہوں مثلاً ایک ہی معنی مختلف زبانوں کے مختلف الفاظ کی شکل میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

---

۱۵ اپنی تجلی اعظم کے لحاظ سے واجب تعالیٰ کی ذات لاہوت ہے ۱۲

تجلّی جو لاہوت کے ساتھ مختص ہے

تدبیر کا کمال مقصود ہے

یعنی نظم عالم کی تنظیم و بندوبست سے جن کمالات کا تعلق ہے تجلی سے ان ہی کمالات کا ظاہر کرنا مقصود ہے تو اس ہی کا نام کمالی تجلی ہے۔ جو تجلی عرش پر قائم ہے وہ ہی تجلی ہے اس ہی کو فلاسفہ عقل اول کہتے ہیں۔ آٹھویں فلک پر لاہوت کی جو تجلی ہے اس کو عقل ثانی کہتے ہیں اس ہی طرح پہلے فلک پر لاہوت کی جو تجلی ہے اس کو نویں عقل کہتے ہیں۔ اس میں جو پھیلاؤ کا رنگ پیدا ہوتا ہے اس ہی کو فلاسفہ عقل فعال کہتے ہیں۔ تجلی کمالی ظاہر میں ملائکہ سے اور باطن میں سارے اسباب سے کام لیتی ہے۔ ملائکہ پر ایمان لانے کی دعوت اس ہی لیئے دی جاتی ہے کہ عرش والی تجلّی سے وہی سب سے زیادہ قریب ہیں۔

یا تدلّی کا کمال مقصود ہے

یعنی قرب و نزدیکی کے لحاظ سے بندوں میں جو کمال پیدا ہو سکتے ہیں ان کمالات کو بندوں میں پیدا کرنا اگر تجلی کی عرض ہے تو اس کا نام تجلی شہودی ہے

نفس ناطقہ

نفس ناطقہ میں مادے سے مجرد ہونے کی شان بھی پائی جاتی ہے اور متعلق ہونے کی بھی یعنی بدن سے جو اس کا تعلق ہے یہی مادے سے متعلق ہونے کی صورت ہے۔ صدرالدین شیرازی اسفار اربعہ میں لکھتے ہیں۔

"بدن سے نفس ناطقہ کو تدبیر کا جو تعلق ہے تو یہ نفس کی کوئی عارضی صفت اور نسبت نہیں ہے جیسے بادشاہ کا شہر سے یا معمار کا مکان کی تعمیر سے تعلق عارضی ہوتا ہے یہ حال نفس ناطقہ کے تعلق کا نہیں ہے بلکہ نفس ناطقہ کی حقیقت کی بنیاد میں یہ تعلق اور نسبت داخل ہے پس نفس ناطقہ کا خود اپنا وجود یہی ہے کہ تدبیر کے اس تعلق کے ساتھ وہ پایا جائے۔"

بہرحال یہی نفس ناطقہ جب پایا جاتا ہے اور موجود ہوتا ہے تو اس کی ملکوتی روح اس کے ساتھ ہم آغوش ہو جاتی ہے اور ہم آغوش ہو کر دونو ایک بن جاتے ہیں لیکن اتحاد کا یہ رشتہ اس طور پر قائم ہوتا ہے کہ نفس ناطقہ اور روح ملکوتی سے اس مرکب وجود کے لئے دو مختلف پہلوؤں سے مختلف قسم کے احکام ثابت ہوتے ہیں یعنی بعض احکام روح ملکوتی کے لحاظ سے اور بعض نفس ناطقہ کے لحاظ سے ان کی طرف منسوب ہوتے ہیں اتحاد کے اس رشتہ سے جو چیز تیار ہوتی ہے اس کو کبھی روح کے

1244

نام سے موسوم کرتے ہیں کچھ ایسا سمجھا جاتا ہے کہ اس ترکیبی وجود میں روح ملکوتی کی حیثیت تو گویا صورت کی ہے اور نفس ناطقہ گویا اس صورت کا مادہ ہے نفس ناطقہ جس ذریعہ سے جسم کی پرورش و پرداخت کرتا ہے اس کو نسمہ کہتے ہیں۔ نسمہ کے بغیر نفس ناطقہ پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ جب پیدا ہوگا تو نسمہ کے ساتھ متعلق ہوکر پیدا ہوگا اسی طرح نفس ناطقہ بغیر نسمہ کے تعلق کے باقی بھی نہیں رہ سکتا اگرچہ ارباب فلسفہ کو اس سے انکار ہے یعنی پیدائش میں ان کے نزدیک بھی نسمہ کا تعلق ضروری ہے لیکن پیدا ہونے کے بعد فلاسفہ کا یہ کہنا کہ باقی رہنے میں نفس اس تعلق کا محتاج نہیں بلکہ بغیر اس تعلق کے بھی باقی رہ سکتا ہے نفس ناطقہ کی قوتوں کے حامل ہونے کی حیثیت سے نسمہ کو مدبر کہتے ہیں یعنی جسم کی تربیت و پرداخت نسمہ ہی کے ذریعہ نفس ناطقہ چونکہ کرتا ہے اس لحاظ سے گویا نسمہ ہی جسم کا مدبر ہوا نسمہ کو روحِ طبی بھی کہتے ہیں — نسمہ ایک بخاری جسم کا نام ہے جس کی ایک خلاص معنوی و باطنی صورت ہوتی ہے جو اس بخاری جسم کے بخاری اجزا کو پراگندگی و انتشار سے روکے رکھتا ہے وہ نفس ناطقہ ہے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نفس ناطقہ عرض ہے، یہ بات غلط ہے۔ نفس ناطقہ جوہر ہے نفس ناطقہ مادہ سے مجرد اور پاک ہے اور بدن سے نفس ناطقہ کے تعلق کی نوعیت وہی ہے جو عاشق و معشوق یا لفظ و معنی کے تعلق کی نوعیت ہے ۔

مکتبہ نشر القرآن دیوبند
یو.پی

ہمارے یہاں ہر قسم کی کتابیں
درسی و غیر درسی - قرآن پاک
حمائلیں عمدہ اور بکفایت ملتی ہیں

اسلامی پرنٹنگ پریس دیوبند

wasiqasmi4@gmail.com
Scanned by CamScanner

مذکورہ کتابچہ کباڑ والے سے خریدی گئی کتب کے گٹھر سے اسکین کر کے افادہ عام کی غرض سے سافٹ کاپی میں شئیر کی جا رہی ہے۔

اللہ بھلا کرے اس بوڑھے کا جس نے میری رہنمائی کی، کہ فلاں کباڑ والا کتاب رکھے ہے، تفسیر حقانی اور مظاہر حق کی مختلف جلدوں سمیت متعدد چھوٹے چھوٹے کتابچے صرف پینتیس یا پچاس روپے میں مجھے دے دیے، اس طرح وہ کتابیں کوڑے کے ڈھیر میں جانے سے بچ گئیں۔

وصی اللہ بہرائچی

wasiqasmi4@gmail.com

OPPO A54 · ©wasiqasmi4@gmail.com

Scanned by CamScanner